خداوند تعالیٰ کے وجود پر دلائل

ہادیان مذاہب عالم اور خدا

۱۔ تمام انبیاء علیہم السلام بشمول حضرت ابراہیمؑ و موسیٰ علیہم السلام سب کے سب خدا کے قائل ہیں۔ (دیکھئے بائبل اور قرآن)

۲۔ کنفیوشس جو ۵۵۰ھ قبل مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے، چین میں بسنے والوں کی اکثریت اس کی پیرو ہے۔ وہ خدا کی توحید کا قائل تھا۔ کہتا تھا کہ خدا کی فطرت یہ ہے۔ وہ عمل جو اس فطرت سے مطابقت رکھتا ہے، وہ درست ہے، وہ عملی زندگی کی اصلاح کا قائل تھا۔

۳۔ گوتم بدھ جس کے ماننے والے چین، جاپان، برہما، تھائی لینڈ اور کسی قدر ہندوستان و پاکستان میں بھی موجود ہیں، وہ کہتا تھا۔ یقین رکھو کہ ایک بسیط اور غیر مرئی حقیقت جو اس کائنات کی روح ہے۔ زندگی دکھ ہی دکھ ہے۔ اس سے نجات پانے کا راستہ موت ہے۔

۴۔ گیتا میں توحید ذاتی موجود ہے کہ خدا کی ذات ایک ہی ہے۔ یہی کرشن کا مذہب تھا، بعد میں لوگوں نے خود کرشن کو خدا بنالیا۔

۵۔ برہمن مت وحدت الوجود کا قائل تھا۔ برہما، وشنو، اندر کو بلکہ ہر جزء کائنات کو وہ حقیقت مطلقہ کا جزو قرار دیتا ہے۔

۶۔ شنکر اچاریہ خدا کی وحدت الوجودی تصور کا قائل تھا۔ فلسفہ اخلاق۔

۷۔ ابراہیم زردشت خالص اسلامی توحید اور حیات بعد الموت کا قائل تھا۔

۸۔ مانی جو ۲۱۵ھ میں طیغون عراق میں پیدا ہوا۔ خدا کا قائل تھا۔ لیکن کائنات کو نور و ظلمت کا امتزاج مانتا تھا۔ انبیاء سابقین کا قائل تھا۔ اللہ کو خالق خیر و شر مانتا تھا لیکن اس کا نظریہ رہبانیت تھا۔

۹۔ مزدک مانی کا پیرو تھا جو زن و زر اور زمین کے اشتراک کا قائل تھا۔ قباد نے ۵۲۸ء میں اس کو قتل کیا۔

حکماءِ قدیم اور خدا

سقراط جو ۴۶۹ قبل مسیح ایتھنز میں پیدا ہوا۔ وہ خدا کا قائل تھا۔ اور روح کو جسم میں قیدی تصور کرتا تھا، کہتا تھا کہ مجھے غیب سے آواز آتی ہے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا تصور یونانیوں میں پہلے سے موجود تھا۔ سقراط بھی اس کا قائل تھا، کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا حق ہے۔ وہ رہبانیت کی طرف مائل تھا۔ سوفسطائی لذتیت سے لڑتا تھا۔ اس کو زہر کا پیالہ پلا کر قتل کیا گیا۔ اس وقت جمہوری حکومت تھی۔ (دیکھئے تاریخ الحکماء)

افلاطون، ارسطو، فیثاغورث سب خدا کے قائل تھے۔ (ملل نحل شہرستانی)

فلاسفۂ جدید اور خدا

یورپ اور امریکہ میں جس قدر کامل اور پختہ فلاسفر ہو گذرے ہیں وہ سب خدا کے قائل ہیں۔

۱۔ سب سے بڑا فیلسوف ڈاکٹر سپنسر کہتا ہے ان تمام اسرار سے یہ قطعی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے اوپر ایک ازلی ابدی قوت موجود ہے، جس سے تمام اشیاء صادر ہوتی ہیں۔

۲۔ فرانس کا مشہور فیلسوف کمیل فلامریان کہتا ہے کہ تمام اساتذہ اس بات کے سمجھنے سے عاجز ہیں کہ وجود کیونکر ہوا اور کیونکر برابر چلا جاتا ہے۔ اسی بناء پر ان کو مجبوراً ایک ایسے خالق کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ جس کا مؤثر ہونا ہمیشہ اور ہر وقت قائم ہے۔

۳۔ پروفیسر لینی لکھتا ہے خدائے قادر و دانا اپنی عجیب و غریب کاریگریوں سے میرے سامنے اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے کہ میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اور میں بالکل دیوانہ بن جاتا ہوں۔ ہر چیز میں گو وہ چھوٹی ہو۔ اس کی کس قدر عجیب قدرت، عجیب حکمت کس قدر عجیب ایجاد پائی جاتی ہے۔

۴۔ نوبل انسائیکلو پیڈیا میں لکھتا ہے۔ علوم طبیعات کا مقصد صرف یہ نہیں کہ ہماری

عقل کی پیاس بجھائے بلکہ اس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ اپنی عقل کی نظر خالقِ کائنات کی طرف اٹھائیں اور اس کے عظمت و جلال پر فریفتہ ہو جائیں۔

منکرینِ خدا کا شبہ

منکرینِ خدا کے شبہات صرف تین ہیں۔

۱۔ اگر مادہ قدیم نہ ہو بلکہ خدا کا پیدا کردہ ہو۔ تو مادہ نیست سے ہست ہُوا ہوگا۔ لیکن نیست سے کوئی چیز ہست نہیں ہو سکتی۔ اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔

۲۔ امریکہ کا مشہور ملحد رابرٹ انگرسال افکارِ خدا پر یہ دلیل پیش کرتا ہے۔ کہ خدا محسوسات سے نہیں یعنی مادہ نہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز مادی نہ ہو یا محسوس نہ ہو وہ موجود نہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ علم کا ذریعہ صرف حس نہیں، عقل، وجدان اور خبرِ صادق یہ سب اسباب علم ہیں۔ اگر خدا عقل، وجدان یا وحی کی خبرِ صادق سے ثابت ہو۔ لیکن حس سے ثابت نہ ہو۔ جب بھی خدا کا وجود یقینی ہے۔ غم غصہ موجود ہے۔ لیکن محسوس نہیں۔ خود مادہ یعنی برق پارے غیر محسوس ہیں۔ مگر وہ نہ صرف موجود تسلیم کئے گئے ہیں۔ بلکہ تمام مادی علوم کی بنیاد ہی مادہ ہے۔ خود زندگی مادی اور محسوس چیز نہیں۔ لیکن اس کے موجود ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ہمارے اردگرد کا دائرہ چونکہ محسوسات کا ہے، لہذا ہم نے موجود کو محسوس سمجھا۔ حالانکہ موجودات کا دائرہ محسوسات سے وسیع ہے۔ مادیات کے دائرے میں ایک شے کا نہ ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ دوسرے دائرے میں بھی موجود نہ ہو۔ مچھلی اگر خشکی کے دائرے میں نہیں، تو ضروری نہیں کہ اس کا وجود بالکل نہ ہو۔ دریا اور سمندروں میں بھی مچھلیاں نہ ہوں۔ تمام مادی محسوسات کو وجود خدا نے دیا۔ لیکن اس جہانِ فانی میں وہ خود محسوس نہیں۔ جیسے کل محسوسات نظر سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ لیکن خود نظر نظر نہیں آتی۔ اس کے علاوہ محسوس کی دو صورتیں ہیں۔ محسوس بالذات اور محسوس بالواسطہ۔

محسوس بالذات یہ کہ ہم کو وہ چیز خود مثلاً آگ کے شعلے نظر آجائے۔ اور محسوس بالواسطہ یہ کہ آگ نظروں سے اوجھل ہو۔ اور صرف دھواں نظر آئے جو آگ کا اثر ہے۔ اسی صورت میں بھی بالواسطہ آگ محسوس ہو جاتی ہے دھوئیں کے واسطے سے۔ یہ کل حکیمانہ کارخانۂ عالم خدا کے وجود کا اثر ہے۔ جیسے دھواں آگ کا اثر ہے۔ اس لئے اس کارخانہ کے واسطے

سے خدا بھی محسوس ہے۔ جیسے آئینے کے واسطے سے اشیاء محسوس ہوتی ہیں۔

۳۔ تیسرا شبہ یہ ہے کہ عالم میں برائی بھی ہے۔ جو خدائے حکیم کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی۔ ابن سینا نے شفا میں اس کا جواب خوب لکھا ہے۔ کہ دنیا کی تین حالتیں فرض کی جاسکتی ہیں۔ یا محض بھلائی ہوگی یا محض برائی ہوگی یا زیادہ بھلائی ہوگی اور کسی قدر برائی۔ پہلی صورت ایسی ہے جس کو خدا اختیار کرسکتا ہے کہ وہ ایسی دنیا بنائے جو بھلائی ہی بھلائی ہو۔ صرف تیسری صورت قابلِ بحث ہے۔ یعنی قدرتِ خداوندی کو ایسا عالم پیدا کرنا چاہیئے یا نہیں، جس میں بھلائیاں زیادہ اور برائیاں کم ہوں۔ (۱) اگر ایسا عالم پیدا نہ کیا جاتا، تو بے شبہ اس پیدا ہونے سے چند برائیاں موجود نہ ہوتیں۔ لیکن اس کے ساتھ بہت سی بھلائیوں سے بھی محرومی ہوتی۔ اور شرِ قلیل کی وجہ سے خیرِ کثیر کا ترک خلافِ حکمت ہے۔ (۲) ابن رشد نے یہ جواب دیا ہے۔ کہ دنیا میں جو برائی پائی جاتی ہے، وہ بالذّات نہیں بلکہ کسی بھلائی کی تابع اور لازم ہے۔ غصہ بری چیز ہے۔ لیکن یہ اس حاسہ کا نتیجہ ہے جس سے انسان حفاظتِ خود اختیاری کرتا ہے۔ یہ حاسہ نہ ہو تو انسان قاتل سے اپنا بچاؤ بھی نہ کرسکے گا۔ فسق و فجور بری چیز ہے۔ جس سے زنا وجود میں آتا ہے۔ لیکن اسی جذبہ پر بقاء نسل انسانی کا مدار ہے۔ (۳) باقی یہ اعتراض کہ اکثر اچھے لوگ دنیا میں فقر و فاقہ اور دکھ میں مبتلا ہیں۔ اور برے لوگ عیش اڑاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی زندگی اس دنیا فانی تک ختم نہیں ہوتی۔ عیش و عشرت کی زندگی کی یہ پوری تصویر نہیں۔ یہ اُن کی زندگی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ یہ اشکال کہ کیا دنیا میں جو بھلائیاں برائیوں کے ضمن میں آئیں وہ الگ کیوں نہیں کی گئیں۔ تاکہ دنیا میں صرف بھلائیاں ہوتیں۔ اور برائی وجود میں نہ آتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا ناممکن ہے۔ مثلاً آگ میں بہت بھلائیاں ہیں۔ تمام دنیا کے ہر گھر میں اس سے روزانہ روٹی، سالن، چاء وغیرہ کے پکانے کا کام لیا جاتا ہے۔ سردی میں اس سے غسل کا پانی گرم کیا جاتا ہے اور بدن بھی سینکا جاتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس سے کپڑے اور مکان بھی جل جاتے ہیں۔ ایسی آگ ممکن نہیں کہ کھانا پکائے اور کپڑے نہ جلائے، یہی حال ہوا کا ہے، وہ مدارِ حیاتِ انسان، حیوانات اور نباتات ہے۔ لیکن کبھی یہ ہوا تیز چلتی ہے تو اس سے میوہ دار درخت بھی اکھڑ جاتے ہیں۔ اور مکانات بھی گر جاتے ہیں۔ پانی کا بھی یہی حال ہے کہ وہ مدار زندگی ہے۔ لیکن جب سیلاب آتا ہے یا زور دار بارش ہوتی ہے۔ تو حیوانات اور مکانات کو بھی بہا کر لے جاتا ہے۔ اور فصل کو

نقصان پہنچ جاتا ہے، لیکن فائدہ زیادہ اور نقصان کم اور شاذ و نادر ہے۔

توحید باری تعالیٰ

ذات باری کا اعتراف تمام ادیان اور فلسفیوں میں اجمالی رنگ میں موجود ہے اس لئے اسلام نے زیادہ زور توحید پر دیا۔ دیگر مذاہب میں یا تو توحید موجود نہ تھی یا ناقص تھی۔ قرآن نے اعلان کیا وَلئن سألتھم من خلق السمٰوات والارض لیقولن اللّٰہ۔ (اگر مشرکوں سے سوال کریں کہ آسمان و زمین کو کس نے بنایا تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے بنایا ہے۔) وَاذا دعی اللّٰہ وحدہ کفرتم وان یشرک بہ تؤمنوا وَاذا ذکر اللّٰہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لایؤمنون بالاٰخرۃ۔ (جب اکیلا خدا پکارا جاتا ہے، تو تم منکر ہو جاتے ہو۔ اگر اور شریک کر لیا جائے تو تم مان لیتے ہو اور جب خدا کا تنہا ذکر کیا جاتا ہے تو منکرین قیامت کے دل بگڑ جاتے ہیں۔)

ہم کو جن اسباب سے خدا کا یقین ہوتا ہے ان سے خدا کی توحید ذاتی کا بھی یقین ہوتا ہے۔ عالم اگرچہ کثیر الاجزاء اور کثیر الافراد ہے۔ لیکن سب مل کر ایک ہے اور اسی ایک کل اور مجموعہ کے تمام پُرزے ایک دوسرے سے ایسے وابستہ ہیں کہ صرف وہی ایک شخص اس کو چلا سکتا ہے، جو ان تمام پرزوں کا موجد ہے۔ اور وہی ان تمام پرزوں کے تناسب کا نگران ہے۔ اب ایسے کارخانے کے موجد کئی خدا نہیں ہو سکتے۔ عالم شئے واحد ہے اور شئے واحد کی علت تامہ ایک ہوگی، اگر دو ہوگی تو دوسری بالکل بے کار ہوگی۔ اسی کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ لوکان فیھما اٰلھۃ الا اللّٰہ لفسدتا۔ (اگر آسمان اور زمین میں کئی خدا ہوتے تو نظام عالم بگڑ جاتا۔) وجہ یہ ہے اگر کائنات عالم کے لئے دو خدا ہوں تو دونوں یا تو سب عالم میں تصرف کریں گے۔ ایسی صورت میں اگر ایک خدا تصرف عالم کے لئے کافی ہوگا تو دوسرا خدا عبث اور بے کار ہوا۔ اور اگر ایک کافی ہوگا۔ تو ان دونوں میں سے کوئی بھی خدا نہ رہا۔ کیونکہ ہر ایک تن تنہا تصرف عالم سے عاجز رہا، اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر دونوں کا تصرف بطور تقسیم ہو کہ عالم کے نصف حصہ میں مثلاً ایک خدا تصرف کرے اور دوسرے نصف میں دوسرا تو ہر ایک نصف خدا ہوا۔ پورا خدا نہ ہوا۔ اور نصف خدا خدا نہیں۔ کیونکہ جز اور کل ایک نہیں ہو سکتے۔ نصف تلوار تلوار نہیں، نصف انسان مثلاً زید زید نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ دونوں اتفاق کر کے ایک جیسا تصرف کریں گے تو اتفاق حاجت پر مبنی ہوتا ہے۔ کہ اختلاف میں ضرر ہوتا ہے اور اسی ضرر سے بچنے کے لئے اتفاق اختیار کیا جاتا ہے۔ لیکن خدا کے لئے خوف و ضرر اس کی خدائی کے خلاف ہے۔ بہرحال ایک خدا سے زائد کی صورت میں نظامِ عالم برقرار نہیں رہ سکتا۔

توحید صفاتی و افعالی

جس طرح ذاتِ خداوندی ایک ہے، تو صفات میں بھی خدا کا کوئی شریک نہیں۔ صفات لوازمِ ذات ہیں۔ اگر صفات میں خدا کا کوئی شریک ہوگا تو وہ بھی خدا ہوگا۔ کیونکہ لوازم کے لئے ملزوم کا وجود ضروری ہے۔ اس لئے خدا کے علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ، حیات، اور خلق میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے فعل میں کوئی فاعل شریک نہیں۔

توحید عباداتی

جب اللہ کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں، تو عبادت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ عبادت اس ذات کی ہوتی ہے۔ جو نفع اور ضرر پہنچانے کا سرچشمہ اور مرکز ہو اور وہی مرکز صرف ذاتِ الٰہی ہے، نہ غیر خدا۔ قل لا املك لنفسی نفعاً ولا ضراً (اعلان کر دو اے پیغمبر! کہ میں نفع رسانی یا ضرر رسانی کا کوئی اختیار اپنے لئے بھی نہیں رکھتا۔)

توحید باری کا انسانی زندگی اور اس کے اعمال پر اثر

۱۔ اخلاق فاضلہ | توحید کامل کے بغیر دل میں اخلاق فاضلہ پیدا نہیں ہو سکتے۔ اطاعت خشوع، استقلال، توکل، شجاعت اور اخلاص کی حالت اس وقت دل پر طاری ہو سکتی ہے جب یہ خیال ہو کہ ہماری تمام حاجتوں، ضرورتوں اور امیدوں کی تکمیل کا مرکز ایک ہی ذات ہے جو شخص ایک کے سوا، دوسروں کو بھی حاجت روا مانتا ہے۔ اس کا سر ہر آستانے پر جھک جاتا ہے۔

۲۔ تعمیر سیرت | تعمیر شخصیت کے لئے ایک عمدہ نمونے کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ اپنی سیرت کی تعمیر اس بلند ذات کے نمونے پر کر سکے۔ اور ایسی ذات صرف خالق کائنات۔

جس کی نعمتوں کو دیکھ کر جذبۂ سخاوت و فیاضی پیدا ہوتا ہے۔ اس کے حکم کو ملاحظہ کر کے ضبطِ نفس کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علم و حکمت کو دیکھ کر علم و حکمت کا شوق بڑھتا ہے۔

۳۔ اصلاح بشری و قیام امن و انصاف | عقیدۂ توحید سے اصلاح بشری اور بین الاقوامی امن قائم ہوتا ہے۔ اور عدل و انصاف کا جذبہ فروغ پاتا ہے۔ جب ہر موحد کے دل میں یہ عقیدہ جم جاتا ہے کہ وہ ایک حاکم اعلیٰ کے علم و قدرتِ قاہرہ کے تحت ہے۔ اور اس کے سامنے ہر فعل و عمل کے لئے مسئول ہے۔ اور اس کی گرفت سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی تو وہ دل کسی ظلم اور بے انصافی کی جرأت نہیں کر سکتا چاہے انفرادی ظلم ہو یا اجتماعی اور اس طرح افراد اور حکومت دونوں کے مظالم کا سدّباب ہو جاتا ہے۔ جو عقیدے کے بغیر ممکن نہیں نہ قانون کے ذریعے اور نہ تعلیم، پولیس اور فوج کے ذریعہ۔ وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں پولیس، تعلیم، فوج، عدالتوں اور تمام تدابیر امن و انصاف کے وجود امن و انصاف کا کہیں بھی وجود نہیں اور تمام تدابیر امن و انصاف ناکام ہو چکی ہیں۔

۴۔ ضعفاء اور مظلومین کے دلوں کی تقویت | دنیا کے انسان قوی اور ضعیف، ظالم اور مظلوم میں تقسیم ہیں۔ اور مادی اسباب کے لحاظ سے ضعیف اور مغلوب افراد و اقوام کے جدوجہد کا کوئی محرک موجود نہیں۔ لیکن عقیدۂ توحید ایسے بے سہاروں اور ناامیدوں کے لئے ایسی قوت ہے جس کی وجہ سے ان کے دل قوی اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اور یہی عقیدہ ان میں جوشِ عمل پیدا کر کے ان کو فاتح اور کامیاب بنا دیتا ہے۔ صحابہ کرام اور گذشتہ مسلمانوں کی فتوحات کا بڑا سبب عقیدۂ توحید کا پیدا کردہ جوشِ عمل تھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے سے دس گنا طاقتور اقوام کو شکست دی۔ جب موحد کا دل خالق کائنات کی عظیم طاقت کے ساتھ توحید کے رشتے کی وجہ سے مربوط ہو جاتا ہے۔ تو حیرت انگیز کارنامے ظہور پذیر ہو جاتے ہیں۔

۵۔ عقیدۂ توحید جرأت و شجاعت کا سرچشمہ ہے۔ | توحید کا عقیدہ یہ تصوّر عطا کرتا ہے کہ ہر مقصد کی کامیابی اور ہر جنگ میں فتح یابی کے لئے اگرچہ تمام مادی اسباب کی فراہمی ضروری اور فرض ہے۔ لیکن کامیابی اور فتح یابی کا آخری فیصلہ خالق کائنات کی نصرت اور اس کی غیبی امداد پر موقوف ہے جس کی حکومت انسان کے ظاہر و باطن پر ہے اور اسی کے ہاتھ میں مادی اسباب کی مؤثریت اور بے اثر کر دینے کی باگ ڈور ہے۔ جب وہی عظیم قوت ایمان و عمل صالح کے ذریعہ کسی فرد یا قوم کے ساتھ ہو، تو اگرچہ وہ قوم تعداد میں اور اسباب و وسائل میں مقابل

قوم سے کم ہو تو بھی اسکی نصرت قلیل التعداد جماعت کو کثیر التعداد اور کم وسائل رکھنے والی جماعت کو وسیع وسائل رکھنے والی قوم پر فتح دلا دیتی ہے ۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ ۔ (بہت بار ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کی امداد تھوڑی جماعت کو بڑی جماعت پر غالب کر دیتی ہے) ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم ۔ (اگر خدا تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا ۔) وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم ۔ (اور اگر اللہ تمہاری مدد چھوڑ دے تو کوئی طاقت تمہاری امداد نہیں کر سکتی ۔) اس حقیقت کی صداقت کے لئے اسلامی تاریخ کے سینکڑوں واقعات واضح دلائل ہیں ۔

۷۔ عقیدۂ توحید تنظیم ملی کی بنیاد ہے | ایک قوم و ملت کی قوت کے لئے اس کی تنظیم ضروری ہے ۔ تنظیم اور اتحاد کی بنیاد فکر و عمل کی وحدت ہے ۔ عقیدۂ توحید موحّد قوم کو فکر و عمل کی یگانگت عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتی ہے ۔ اور کوئی دنیوی یا شخصی مفاد اس کی کامیابی کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی ۔ اور منزلِ مقصود کی راہ کی تمام رکاوٹوں کو سیلابِ توحید خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتا ہے ۔

بقیہ : تحدید ملکیّت زمین | کے مسائل سے مذہب کو خاطر خواہ تعلق نہیں ثالثاً یہ کہ اس شر و فساد کے زمانہ میں جبکہ حکّام و امراء عموماً بے دین خائن اور بد دیانت ہوتے ہیں ۔ مفاد پرستی ، رشوت ستانی ، سفارش اور اقربا پروری ان کا شیوہ ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کو اراضی کی تحدید اور تصرف کی باگ ڈور سپرد کر دینا درحقیقت قوم اور ملک کی تباہی ہے ۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بیت المال اور اوقاف کے حکّام پر خیانت کے اثرات ظاہر ہونے لگیں تو انہیں مسلمانوں کے اموال مصادرۃً لینے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا ۔ کیونکہ اس طرح کرنا حکام کو حرام خوری اور خیانت کا دروازہ کھول دینا ہے ۔ (درمختار مع ردّ محتار ج ۴ ص ۲۸۵)

الغرض تحدید ملکیت کے جواز میں جبکہ دینی و علمی لحاظ سے بیشمار فتنوں اور اقتصادی و مالی لحاظ سے بیشمار حق تلفیوں اور بد دیانتیوں کا خطرہ ہے تو کیوں بے احتیاطی سے کام لیکر فتنوں کا دروازہ کھولا جائے ۔ لہٰذا تحدید ملکیت کے جواز یا حکومت کو اس کا حق دینے کا فتویٰ میری سمجھ میں نہیں آتا ۔ اور میرا اس سے قطعاً اتفاق نہیں ۔

محمد فرید خادم دار الافتاء دار العلوم حقانیہ